ایک حدیث

شاکر اور صابر

عبداللہ بن عمرو بن العاص کی زبانی ایک فرمانِ نبوی ترمذی نے یوں نقل کیا ہے :

... من نظر فی دینه الی من هو فوقه فاقتدی به ونظر فی دنیاه الی من هو دونه فحمد الله علی ما فضله به کتبه الله شاکراً صابراً ومن نظر فی دینه الی من هو دونه ونظر فی دنیاه الی من هو فوقه فاسف علی ما فاته منه لم یکتب الله شاکراً ولا صابراً

جو شخص دین میں اپنے سے برتر کو دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور جو کچھ اللہ نے اسے زیادہ دیا ہے اس پر شکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے صابر و شاکر لکھ دیتا ہے اور اس کے برعکس، جو شخص دین میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دنیا میں اپنے سے برتر کو دیکھ کر اپنی کمی پر افسوس کرے اسے اللہ شاکر و صابر نہیں لکھتا۔

انسان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اس پر وہ یا تو خوش ہوتا ہے یا ناخوش۔ اگر خوشی میں اسے غرور اور اکڑ نہ ہو بلکہ احسانمندی اور ممنونیت کا جذبہ ہو تو اسے شکر کہتے ہیں۔ اور ناخوشی میں اسے کوئی گلہ نہ ہو بلکہ ہنسی خوشی اسے برداشت کرے تو اسے صبر کہتے ہیں۔ انسان اگر کم ظرف ہو تو خوشی میں پھول جاتا ہے اور ناخوشی میں اس کا دل بیٹھنے لگتا ہے۔ یہ دونوں جذبے انسان کی روح کے لیے زہر ہیں۔

یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر نعمت کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور جب اس کی نظر کسی ایسے آدمی پر پڑتی ہے جو اس سے کسی نعمت میں زیادہ ہے تو اس کے دل میں تمنا ہوتی ہے کہ کاش یہ نعمت مجھے بھی حاصل ہو جاتی۔ یہ تمنا عین فطرت ہے لیکن ہر فطرت کا مصرف صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی۔ اگر تمنا صحیح خطوط پر نہ ہو تو اس کے نتیجے میں بغض و عناد، حسد و کینہ، بے ضرورت جذبۂ تقابل وغیرہ پیدا ہوتا ہے اور اس جذبے میں انسان بیشتر اپنے حدود سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ پھر دوسری طرف سے اس کا ردِ عمل شروع ہوتا ہے اور اس طرح یہ تقابل دونوں فریق کو ہلاکت کی قبر تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی کو قرآنی اصطلاح میں "تکاثر" کہتے ہیں۔ وہ مضمون جسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے :

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر — تمہیں تکاثر نے غافل کر دیا یہاں تک کہ اپنی قبریں دیکھ لیں۔

اسلام کسی ایسے جذبے کو فنا کرنا نہیں چاہتا جو فطرت نے انسان کے اندر رکھی ہو۔ وہ صرف یہ کرتا ہے کہ اس جذبے کو صحیح رخ کی طرف لگا دیتا ہے۔ مقابلہ اور آگے بڑھنے کی کوشش بھی انسان کی فطرت میں ہے۔ اس لیے قرآن نے

اس کا صحیح مصرف یہ بتایا کہ فاستبقوا الخیرات ۔ خیرات اور نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔

بعینہٖ اسی طرح اپنے سے اعلیٰ کو دیکھ کر خود بھی ویسا بننے کی تمنا کرنا ایک فطری جذبہ ہے ۔ اگر اسے ختم کر دیا جائے تو انسانی ارتقا ختم ہو جائے اور اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہی نتیجہ پیدا ہوگا جو تکاثر میں پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اس جذبے کو حضور اکرمؐ نے صحیح خطوط پر یوں لگایا کہ:

دیکھو اگر محض دنیا وی جاہ و جلال یا عیش و نشاط کو دیکھنا ہو تو اپنے سے اونچے طبقے کی طرف نظر ہی نہ اٹھاؤ کیونکہ پھر وہی تباہ کن تکاثر پیدا ہوگا۔ البتہ ان لوگوں کو دیکھو جو دنیوی نعمتوں میں تم سے کم ہیں۔ انہیں دیکھ کر تمہیں اپنی موجودہ حالت پر صبر بھی آجائے گا اور اپنی زائد نعمتوں کو دیکھتے ہوئے جذبۂ شکر سے بھی معمور ہو جاؤ گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اپنے سے نیچے کے لوگوں کو دیکھ کر ان کی تحقیر یا اپنی بڑائی کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہو بلکہ صبر و شکر کا جذبہ فزوں ہو۔

شیخ سعدی کے ایک پاؤں کا جوتا کہیں کھو گیا جس سے وہ کڑھن محسوس کر رہے تھے۔ اتفاق سے ان کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کا ایک پاؤں ہی غائب تھا۔ سعدی شکر بجا لائے کہ میرا تو صرف ایک جوتا غائب ہے اور اس کا ایک پاؤں ہی ندارد ہے۔

پھر اس کے ساتھ حضورؐ نے ایک اور نکتہ بھی بتایا کہ:

دیکھو اگر اپنے سے اونچے کو دیکھنا ہے تو اسے دیکھو جو دین میں یعنی اعلیٰ انسانی اوصاف میں تم سے بلند تر ہے۔ اسے دیکھو اور اس جیسا بننے کی کوشش کرو تو یہ وہ تکاثر نہ ہوگا جو قبر ہلاکت تک پہنچا دے بلکہ یہ ایسا اعلیٰ اور پاک جذبہ ہوگا جو عین مطلوب ہے۔ اس سے جذبۂ مسابقت و مقابلہ کی بھی تسکین ہوگی اور اس جذبے کا سب سے بہتر مصرف بھی پورا ہو جائے گا اور یہی انسان کو بلندی کی طرف لے جائے گا۔

گویا فطرت کے اندر پیدا ہونے والے ان دو مختلف جذبات کا بہترین استعمال یہ ہے کہ اسے صحیح معنوں میں شکر و صبر کے حصول کا ذریعہ بنا لیا جائے ۔ (محمد جعفر)

ریاض السنت

مصنفہ شاہ محمد جعفر پھلواروی

بلند حکمتوں، اعلیٰ اخلاقیات اور زندگی کو آگے بڑھانے والی تعلیمات پر مشتمل احادیث کا انتخاب۔ قیمت ۱۰ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور

طابع و ناشر: شاہد حسین رزاقی مطبوعہ: حمایت اسلام پریس لاہور مقام اشاعت: ادارۂ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور